Fikr-o-Nasar (Islamabad) 44:3 (2007)

فکر و نظر............ اسلام آباد | جلد: ۴۴ | شمارہ: ۳

نام کتاب	:	فوزالمقال فی خلفائے پیر سیال (جلد اوّل)
		" " " " " " " " " " " " " " (جلد سوم)
مؤلف	:	حاجی محمد مرید احمد چشتی
صفحات	:	جلد اوّل: ۶۴۳
		جلد سوم : ۸۸۰
ناشر	:	جلد اوّل: ادارہ تعلیماتِ اسلاف، لاہور
		جلد سوم : بزم شیخ الاسلام، جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ، ضلع جہلم
سالِ اشاعت	:	جلد اوّل: اکتوبر ۱۹۹۷ء
		جلد سوم : مئی ۲۰۰۵ء
قیمت	:	جلد اوّل: ۴۰۰ روپے، مجلد
		جلد سوم : ۳۰۰ روپے، مجلد
تبصرہ نگار	:	افتخار الحسن میاں*

زیرِ نظر کتاب پنجاب کے معروف روحانی مرکز آستانہ چشتیہ نظامیہ سیال شریف کے نامور مشائخ اور اُن کے سینکڑوں اہل علم خلفاء کی گذشتہ دو صدیوں پر محیط دینی، تبلیغی اور روحانی خدمات کی سرگذشت ہے۔ برصغیر میں انگریزوں کی آمد اور مسلم اقتدار کے خاتمہ کے بعد اسلامیانِ ہند یاس و قنوط کی عجب کیفیت سے دوچار ہو چکے تھے۔ اُن کی سیاسی شکست کے بعد اُن سے دین اسلام کا حوالہ تک چھیننے کی کوششیں روز افزوں تھیں۔ اس عرصۂ محکومی میں انہیں زبردستی عیسائی اور ہندو بنانے کے لیے شدھی جیسی کئی منظّم تحریکیں چلیں جن سے برصغیر کی تاریخ کے طالب علم خوب آگاہ ہیں۔ جب مایوسیاں چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں تو مسلمان اللہ اور اس کے پاکباز بندوں کی طرف دیکھتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ غم دنیا کے مارے بندگانِ خدا لاکھوں کی تعداد میں پنجاب کی چھوٹی سی بستی سیال میں فروکش خواجہ شمس الدین سیالوی (۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء-۲۲ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ/۱۶ جنوری ۱۸۸۲ء) کی مردم ساز شخصیت کی طرف کھچے چلے آئے جنہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی فراموش کردہ تعلیمات سے پھر سے آشنا کر کے اسلامی اخوت کی لڑی میں پرو دیا۔ اس کتاب کی پہلی جلد ان کی اور ان کے خلفاء کی دینی و روحانی خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔

خواجہ شمس الدین سیالویؒ اور ان کے باون خلفاء یعنی روحانی نائبین کے سیر حاصل تذکرہ کے

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی-اسلام آباد

DMHL
© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

باوجود فاضل مؤلف کو اعتراف ہے کہ وہ اُن کے تمام خلفاء کا احاطہ نہیں کر پائے، تاہم اتنے اصحابِ عزیمت کے روح پرور حالات و کوائف کی جمع آوری بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، کیونکہ مشائخ سیال شریف اور اُن کے خلفاء کرام کی تگ و تاز ایمانی کوئی ایک دو برس کی بات نہیں، دو صدیوں پر محیط کہانی ہے۔ اُن سے متعلق دستاویزات کا کھوج لگانا اور واقعات کی صحت کو مقدور بھر یقینی بنانا آسان کام نہ تھا۔ فاضل مؤلف اہل ذوق کی داد و تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان شخصیات کے احوال اُن کے مراکز علم و تصوف پر جا جا کر اوراق پارینہ کے انبار ملاحظہ کر کے اور ان سے منسوب روایات و واقعات کی حدِ امکان تک جانچ پرکھ کر کے ہدیۂ قارئین کیے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے سینکڑوں واقفانِ حال کو خطوط لکھنے اور ان کے انٹرویوز کا جدید اسلوب بھی اختیار کیا ہے۔

زیر نظر کتاب سے پہلے مشائخ سیال شریف پر متعدد کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ان میں ''انوار شمسیہ''، ''برکات سیال، اور ''مرأۃ العاشقین'' زیادہ مشہور ہیں۔ ان کتب میں احوال و واقعات کی صحت و استناد پر ارادت مندی کا پہلو غالب نظر آتا ہے۔ یہ رنگ ارادت اگرچہ اس کتاب میں بھی نمایاں ہے۔ تاہم یہ اوّلین کوششوں کی نسبت زیادہ مفصل ہونے کے علاوہ اصل حقائق کی بازیابی کی شعوری کوشش کا پتا بھی دیتی ہے۔ فاضل مؤلف نے حضرت شیخ اکبر شمس العارفینؒ کے باون مشہور و معروف خلفاء کے ضروری کوائف اور اُن کی دینی، علمی اور تبلیغی سرگرمیوں کے ذکر پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن کے اٹھاون قدرے غیر معروف خلفاء سے بھی قارئین کو متعارف کروایا ہے۔ انہوں نے ان ۱۱۰ خلفاء کی فہرست اُن اضلاع کے اعتبار سے مرتب کی ہے جن میں اُن کے مراکز علم و تصوف واقع ہیں۔ ان اضلاع میں سرگودھا، جھنگ، میانوالی، اٹک، راولپنڈی، چکوال، جہلم، گجرات، گوجرانوالہ، لاہور، ملتان، لیہ، مظفرگڑھ، خوشاب، سرحد کے اضلاع ایبٹ آباد، مانسہرہ اور پشاور، ڈیرہ غازی خان کے علاوہ آزادکشمیر، تبّت، دہلی (بھارت) اور کابل (افغانستان) آپ کے خلفاء کی دینی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں کے مراکز بنے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ نے نہ صرف سیال شریف میں اپنی خانقاہ کے ساتھ ایک معیاری دارالعلوم قائم کیا بلکہ اپنے تمام خلفاء کو بھی مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لیے دارالعلوم قائم کرنے کی راہ دکھلائی۔ اس طرح انہوں نے علم اور سلوک و تصوف کو قرون اولیٰ کی طرح پھر یکجا کر دیا۔ یہ کتاب ہمیں انگریزوں کے استعماری دور میں تمام تر سرکاری جبر و قہر کے باوجود سیال شریف کے دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کے زیر اثر پنجاب اور سرحد میں قائم ہونے والی سینکڑوں دینی مدارس سے بھی متعارف کرواتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں یہ سمجھنے کا بھی موقع ملتا ہے کہ

خلاف شرع طرزِ زندگی اختیار کرنے والے بے دین ملنگوں کو اسلام کے تصور احسان و تصوف کے علمبردار ان مشائخ سے قطعاً کوئی نسبت نہیں کیونکہ یہ مشائخ نہ صرف خود جیّد علماء اور شریعت مطہرہ پر سختی سے کاربند تھے بلکہ اپنے حلقۂ ارادت سے وابستہ عام مسلمانوں میں بھی اسلامی علوم و شعائر کے فروغ کے لیے عمربھر کوشاں رہے۔ مختلف مشائخ کے روح پرور ارشادات اور سبق آموز واقعات نے اس کتاب کی معنویت میں قابل قدر اضافہ کر دیا ہے۔

کتاب کے عنوان ''فوزالمقال فی خلفائے پیر سیال'' کی ترکیب ان آستانوں کے مشائخ کی عربی اور فارسی زبانوں سے شغف کا استعارہ ہے۔ ان میں سے کئی حضرات عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے شعراء ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کے برادر اصغر حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی بھی فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔

زیر نظر کتاب کا مقدمہ عصر حاضر کے نامور مفسر و سیرت نگار حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اپنی وفات سے آٹھ برس قبل ۱۱ جون ۱۹۹۰ء کو اپنے قلم گوہر بار سے تحریر کیا تھا۔ اس میں انہوں نے اپنے شیخ اکبر حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ کے سن ولادت میں اسلامیانِ ہند کو پیش آنے والے حوصلہ شکن حادثات اور عین لمحۂ یاس و قنوط میں قدرت کی دستگیری کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

> ''تاریخ کی بوالعجبیوں پر جب نظر پڑتی ہے تو انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے، ۱۷۹۹ء ہی وہ سال ہے جس میں دنیائے اسلام کے بطل جلیل سلطان ٹیپو اس ملک کو انگریزوں کے ناپاک تسلط سے بچانے کی مجاہدانہ کوششوں میں جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ ۱۷۹۹ء میں ہی رنجیت سنگھ لاہور پر قبضہ کرتا ہے۔ آپ اندازہ فرمائیے یہ لمحے برصغیر پاک و ہند کی امت مسلمہ کے لیے کتنے کربناک اور مایوس کن تھے لیکن رحمت الٰہی نے مایوسیوں کے گھپ اندھیروں میں امید کا چراغ روشن کرنے کے لیے اسی سال ۱۷۹۹ء میں سیال کی ایک چھوٹی سی بستی میں حضرت خواجہ شمس العارفین کو پیدا فرمایا''۔(ص۷)

انگریزوں نے مسلم اقتدار ختم کر کے نہ صرف مسلم زعماء و علماء کو بدترین انتقام کا نشانہ بنایا تھا بلکہ اس خطہ سے اسپین کی طرح مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے اور اسلام کے فروغ کے اسباب ختم کرنے کے لیے مسلم اوقاف ضبط کر لیے تھے۔ مسجدیں ویران اور دینی مدارس کو قفل لگا دیئے گئے۔ مشنری ادارے اور عیسائی مبشرین ریاستی طاقت اور وسائل کا بھرپور استعمال کر کے نادار اور ناخواندہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ ہندوؤں کے ظلم وستم سے بچنے کے لیے

کچھ مسلمان بھی قشقہ و تلک لگانے لگے تھے۔ ان حوصلہ شکن حالات میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ نے فرزندانِ اسلام کی دولت ایمان کے تحفظ کے لیے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ ایسے ایک سو دس صاحبان علم و عرفان کی جماعت تیار کی جنہوں نے لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کو نئی زندگی بخشی۔ پنجاب کے جن اضلاع کو انہوں نے اپنے ان پاک طینت خلفاء کے لیے منتخب فرمایا، وہی آنے والے وقتوں میں مسلمانوں کی تحریک آزادی اور قیامِ پاکستان کی تحریک کے مراکز بنے۔ یوں یہ کتاب تحریک پاکستان کی فقید المثال کامیابی کے اسباب و عوامل سے بھی قارئین کو متعارف کرواتی ہے۔

''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' کی زیر تبصرہ جلد سوم آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سیال شریف کے تیسرے جلیل القدر سجادہ نشین حضرت خواجہ ضیاء الدینؒ اور آپ کے اکیس نامور خلفاء کے حالاتِ زندگی اور تبلیغی سرگرمیوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں فاضل مؤلف نے انگریز سامراج کے خلاف اس آستانہ عالیہ کے تیسرے عہد کے دوران کی گئی جہد مسلسل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اسلام کے عقیدۂ ختم نبوت اور ذات رسالت مآبﷺ اسلام دشمنوں کا خاص ہدف بن چکے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے انہی کی اشیرباد سے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ سرکاری سرپرستی میں کئی بدبختوں نے شانِ رسالت میں توہین آمیز جسارتیں کیں۔ کتاب کی یہ جلد آستانہ عالیہ سیال شریف اور اس کے وابستگان کی اس ایمان افروز جدوجہد پر روشنی ڈالتی ہے جو ان مذموم جسارتوں کے جواب میں کی گئی۔

فاضل مؤلف نے اس تیسری جلد میں وہ واقعاتی اسباب تفصیل سے بیان کیے ہیں جن کی بناء پر حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے جرأت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا تھا کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا مسلمانوں پر حرام ہے۔(ص۲۳۱-۲۳۲) انہوں نے عمر بھر انگریز استعمار کے خلاف علم بغاوت بلند کیے رکھا اور اس کی طرف سے عائد کردہ ٹیکس، لگان اور مالیہ وغیرہ کبھی ادا نہ کیا تھا۔ انگریزوں نے ان کی طرف سے مخالفت کی شدت کم کرنے کے لیے انہیں سینکڑوں مربع اراضی دینے کی کئی بار پیش کش کی جسے ہر بار آپ نے سختی سے رد فرما دیا۔ (صفحات: ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۴۱، ۲۴۱، ۲۴۲)۔

انگریزوں اور ہندوؤں کا اتحاد مسلمانوں کی صرف سیاسی آزادی کے امکانات ختم کرنے کی کوششوں تک محدود نہ تھا بلکہ انہوں نے مسلمانوں کی مذہبی شناخت مٹانے کے لیے مذہبی آزادی اور دینی تعلیم و تبلیغ کے ذرائع بھی مسدود کر رکھے تھے۔ اس سے برصغیر میں مسلم تشخص کی بقاء کو شدید خطرات لاحق ہو چکے تھے۔ ان حالات میں حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے اپنے اکیس خلفاء

کی صورت میں نئی مسلم قیادت تیار کرنے پر خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے مسلمانوں میں دینی بیداری کے لیے خانقاہوں کے ساتھ دینی مدارس قائم کرنے کی تحریک شروع کر کے خانقاہی نظام میں اصلاحات کے نئے دور کا آغاز کیا۔ آپ کے ہر خلیفہ نے اپنے مرشد کی پیروی میں برادرانِ اسلام میں دینی وابستگی اور اسلامی تشخص کو فروغ دینے اور دینی تعلیم عام کرنے کے لیے مدارس کا وسیع نظام قائم کیا۔ اس کتاب کی یہ تیسری جلد ہمیں ایسے سینکڑوں مدارس سے متعارف کرواتی ہے جو حضرت ضیاء الدین سیالویؒ کی تحریک پر پنجاب کے مختلف دیہی اور شہری علاقوں میں قائم کیے گئے۔ تحریک خلافت میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ اس دوران علمائے دیوبند نے آپ کو دارالعلوم دیوبند تشریف لانے کی دعوت دی۔ آپ کے وہاں پہنچنے پر آپ کے اعزاز میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا جس میں ممتاز علماء کرام نے ملت اسلامیہ کے لیے آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ (ص۷۸۱)۔

زیر نظر کتاب کے معنوی محاسن اور مشمولات کی اہمیت واضح کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کچھ قابل توجہ پہلوؤں کی بھی نشاندہی کی جائے تاکہ آئندہ طباعت کے موقع پر اس کا نقش ثانی، نقش اوّل سے بہتر ہو سکے۔ کتاب کا جو حصہ حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی اور ان کے ۱۱۰ خلفاء کرامؒ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اس کے جلد اوّل ہونے کا ذکر کہیں موجود نہیں۔ اس سے تأثر ملتا ہے کہ اس وسیع کام کے آغاز پر محترم مؤلف کے پیش نظر کتاب کا جامع خاکہ نہیں تھا شاید بعد میں مواد کی وسعت کے زیر اثر اسے مختلف جلدوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ زیر تبصرہ دونوں جلدوں (اوّل اور سوم) کے متن میں موجود عنوانات ان جلدوں کی فہرست مضامین میں نظر نہیں آتے۔ دونوں جلدوں کے ناشر بھی مختلف ہیں۔ پہلی جلد ۶۴۳ صفحات پر مشتمل ہے، اس کی قیمت ۴۰۰ روپے ہے جبکہ تیسری جلد کے صفحات کی تعداد ۸۸۰ اور قیمت ۳۰۰ روپے ہے۔ کتاب کے شائقین کے لیے یہ سمجھنا دشوار ہے کہ پہلی جلد کے صفحات تیسری جلد سے تعداد میں ۲۳۷ کم ہونے کے باوجود اس کی قیمت ایک سو روپے زیادہ کیوں ہے۔

کتاب میں مآخذ کے حوالہ جات کا انداز معیاری اسلوب کے مطابق نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ جلد اوّل میں فاضل مؤلف نے اپنے تئیں حوالہ جات کی جو رعایت ملحوظ رکھی ہے، تیسری جلد میں وہ بھی مفقود ہے۔ تاہم جلد اوّل کے آخر میں اس کے تمام مآخذ کی فہرست الفبائی یا موضوعاتی ترتیب کے بغیر دیکھی جا سکتی ہے جبکہ تیسری جلد میں ہر شخصیت کے تذکرہ کے اختتام پر مآخذ کی فہرست موجود ہے البتہ جلد کے اختتام پر تمام مآخذ کی جامع فہرست کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

ان دونوں جلدوں کے عنوان کے اوپر سورۂ یونس کی ۶۲ ویں آیت ﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ نمایاں انداز میں درج ہے۔ پہلی جلد کے برعکس تیسری جلد کے عنوان کے اوپر اور اس جلد کی دوسری طرف درج اس آیت کے شروع میں "اَلَا" کے بجائے "لا" درج ہے۔ اتنی نمایاں جگہ پر قرآنی آیت میں یہ غلطی قاری پر خاصی گراں گزرتی ہے کیونکہ اس سے آیت کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر دیئے گئے عربی اشعار اور عبارات میں بہت سی صرفی ونحوی اغلاط دیکھی جا سکتی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو جلد اوّل کے صفحات ۱۳۳ اور ۱۳۴ اور جلد سوم کے صفحات ۲۶۰-۲۶۱ اور ۵۴۱۔

فاضل مؤلف حاجی محمد مرید احمد چشتی نے بڑی محنت سے اس کتاب میں آستانہ عالیہ سیال شریف کے مشائخ عظام اور اُن کے خلفاء کرام کے بارے میں ہر طرح کی معلومات جمع کر دی ہیں جو عام اہل عقیدت کے لیے راحت قلب ونظر کا باعث ہوسکتی ہیں۔ انہوں نے اس عظیم مرکز تصوف سے وابستہ اہل علم وتحقیق کے لیے بھی آسانی پیدا کر دی ہے کہ اب وہ ان معلومات کی مزید جانچ پرکھ کر کے اپنے قابل فخر مشائخ پر مستند کتب تیار کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔